



OPEN ACCESS

Al-Azva الاضواء

ISSN 2415-0444 ; E 1995-7904

Volume 36, Issue, 56, 2021

www.aladwajournal.com

معاشرتی مثبت رویوں کے فروغ میں فقہی اختلاف کا توسع ایک تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Extensiveness in Jurisprudential
Variousness for the Development of Positive Social Attitudes

Muhammad Abdullah (*corresponding author*)

Assistant Professor, (Post-Doctoral Candidate)

Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore, Pakistan

Asim Naeem

Associate Professor, Institute of Islamic Studies

University of the Punjab, Lahore, Pakistan

Abstract

KEYWORDS

Social attitude;
Islam; Development;
Extensiveness;
Jurisprudential
Variousness



Date of Publication:
31-12-2021



We are Muslims and obedient to Allah, our Lord, Messenger, religion, and the Kaaba is one. There is no disagreement with which the entire Ummah is unanimous. It also implies that we are an Ummah. As far as the epistemic differences are concerned, the companions of Holy prophet (ﷺ) have existed from time to time, and those differences are merely merits, etc. The researchers justified any issue in the light Quran o Sunnah was based on preferences. This view did not give the second view a wrong interpretation. If there was a need for discussion, he spoke it with the utmost literature and knowledge support. So we should apply this manner free of violence and prejudice. In that manner, we can avoid the Muslim Ummah by partitioning.

Al-Azva

اسلام انسانیت کا دین ہے، جہاں احترام انسانیت کا درس دیتا ہے، وہاں محبت، امن اور سلامتی کا سبق بھی دیتا ہے۔ کسی انسان کو رنگ و نسل اور قوم کی بنیاد پر فوقیت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہ برادریاں اور قبیلے محض آپس کی پہچان کے لیے ہیں جبکہ افضلیت تقویٰ کی بنیاد پر ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ¹

"اے انسانوں بے شک ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا، اور تمہاری برادریاں اور قبیلے بنائے تاکہ تمہارا آپس میں تعارف ہو سکے، بے شک تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا تم میں سے سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ خوب علم رکھنے والا اور بہت باخبر ہے۔"

گویا کہ تمام انسان اللہ کی مخلوق ہیں، اور اس مخلوق میں فضیلت کی بنیاد تقویٰ ہے، اور یہ ایسی بنیاد ہے کہ جس کی وجہ سے تمام مومنین کے مابین اخوت کا رشتہ قائم ہے، یہی ملی اتحاد ہے، اس کی ضرورت مسلم ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی اسی کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے، اور تمام انسانوں کے لیے دین اسلام پسند فرمایا، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے "وَرَضِيتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا"²، اور میں نے تمہارے لیے دین اسلام پسند کیا، اور اس دین کی نسبت سے ہمارا نام مسلمان رکھا، جیسا کہ فرمایا "هُوَ سَمَّاكُمْ الْمُسْلِمِينَ"³ اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔

دین واحد

اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے وہ سب ایک ہی دین کی تعلیم دینے والے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ⁴

"اس اللہ نے تمہارے لیے دین میں وہی راستہ مشروع کیا جس نوح علیہ السلام کو حکم دیا، اور جس کی آپ پر بھی وحی کی، اور جس کا حکم ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو بھی حکم دیا، یہ کہ دین قائم رکھو، اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو، شرک کرنے والوں کو وہ بات بہت بھاری ہے جس کی طرف آپ دعوت دے رہے ہو، اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی لیے منتخب کر لیتا ہے، اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے راستہ دکھاتا ہے۔"

Al-Azva

اس سے بھی معلوم ہوا کہ دین شروع سے ایک ہی رہا، ہر شریعت میں ایک ہی دین کی تبلیغ ہوتی رہی، ہر نبی اسی دین واحد کی طرف دعوت دیتا رہا۔ ایک دین پر عمل پیرا ہونے والے افراد ایک ملت کہلاتے ہیں، جیسا کہ دین اسلام کے پیروکار ملت اسلامیہ کے حاملین شمار ہوتے ہیں، جس میں ہر علاقہ سے تعلق رکھنے والے مسلمان شامل ہیں خواہ ان کا تعلق کسی بھی علاقہ یا کسی بھی رنگ و نسل سے ہو۔

اس لحاظ سے دین اسلام ایک ہے، اس بنیاد پر اس امت مسلمہ کا متحد ہونا کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ جو ناممکن ہو، اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن اور دین اسلام کو تھامے رکھنے اور تفرقہ سے اجتناب کا حکم دیا ہے: جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً
فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا⁵

"اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو، اور تفرقہ میں نہ پڑو، اور اللہ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اور اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔"

آج مسلمانوں میں افتراق و انتشار کی بنیادی وجہ قرآن سے دوری کا نتیجہ ہے، ہم قرآن کو اس کا وہ حق نہیں دے رہے جس کا حق دار ہے، اگر ہم قرآنی اصولوں کی روشنی میں عمل پیرا ہوں تو اس امت کو زوال سے بچایا جاسکتا ہے، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن جب مالٹا کی جیل سے واپس آئے، تو ایک نصیحت فرمائی:

"میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا ہے کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے، ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا اور دوسرا ان کے آپس کے اختلاف اور خانہ جنگی، اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کر دوں گا کہ قرآن کریم کو لفظاً و معنایاً کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔"⁶

مفتی محمد شفیع شیخ الہند کے اس قول خلاصہ اس طرح ذکر کرتے ہیں: ".... حضرت نے جو باتیں فرمائیں ہیں، اصل میں وہ دو نہیں ایک ہی ہے.... اس لیے ہمارے اختلاف میں شدت اس وجہ سے ہوئی کہ ہم نے قرآن کو چھوڑ دیا اس لیے کہ قرآن مرکز تھا اور جب وہ اس مرکز سے دور ہوتے چلے گئے تو ایک دوسرے سے بھی دور ہوتے چلے گئے۔"⁷

Al-Azva

واقعی یہ بات حقیقت ہے کہ اگر آج امت مسلمہ قرآن کے ان اصولوں کی پاسداری شروع کر دے تو جہاں قرآنی احکامات پر عمل شروع ہو جائے گا وہاں امت میں اتفاق و اتحاد پیدا ہو کر اختلافات و انتشار کی فضا ختم ہو جائے گی۔

اختلاف طبعی ایک حقیقت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ"⁸

"میں نے جن اور انسان کو اپنی عبادت کے لیے ہی پیدا کیا"

اس کے ساتھ ہی انسانی طبائع میں اختلاف رکھا، اور اس طرح یہ اختلاف طبعی چیز ہے، پھر ہر انسان کی دلچسپیوں کا سامان مختلف ہے، ایک وقت میں اگر کوئی چیز کسی انسان کے لیے دلچسپی کا باعث ہو سکتی ہے، وہی چیز کسی دوسرے انسان کے لیے کم دلچسپی کا باعث ہو سکتی ہے، اور یہ ہو سکتا ہے کہ کسی تیسرے شخص کو اس چیز سے بالکل بھی دلچسپی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ پوری دنیا میں اختلاف ختم کرنے پر قادر ہیں، لیکن بے شمار حکمت و مصالح کے پیش نظر ایسا نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ آج ہمیں یہ اختلاف مختلف جہات میں پایا جاتا ہے، اور اسی تنوع و اختلاف میں انسان کی دلچسپی کے ساتھ ساتھ راحت کا سامان بھی موجود ہے، جہاں تک مذہبی فروعی اختلاف کا تعلق ہے، اس میں بھی انسان کی سہولت اور راحت نظر آتی ہے۔

دینی مسائل میں اختلاف کی نوعیت

امت مسلمہ جس شریعت اسلامیہ پر عمل کرتی ہے، اس میں مسائل دو قسم کے ہیں:

(1) اصولی مسائل (2) فروعی مسائل

(1) اصولی مسائل: یہ وہ مسائل ہیں، جو دین اسلام میں بنیادی مسائل کی حیثیت رکھتے ہیں، جیسا کہ ایمانیات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ، ان مسائل کی مشروعیت میں کوئی اختلاف، سب متفق ہیں کہ یہ ارکان اسلام ہیں، ان کا ثبوت اور ادا کرنے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

Al-Azva

(2) فروعی مسائل: یہ مسائل دو قسم کے ہیں، ایک قسم کے وہ مسائل ہیں، جن میں نصوص متعارض نہیں ہیں، وہ ایک ہی صورت میں منصوص ہیں، لہذا ان میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ دوسری قسم وہ ہے کہ جن میں نصوص متعارض ہیں، صرف اس قسم میں اختلاف ہے اور اس میں بھی ہر موقف کے دلائل ہیں۔

فروعی اختلاف کا سبب قرون اولیٰ میں اختلاف

جہاں تک فروعی مسائل میں اختلافات کا تعلق ہے تو وہ قرون اولیٰ سے موجود رہا ہے، وہ فروعی مسائل جن میں نصوص متعارض ہیں، وہ اختلاف صدر اول سے چلا آ رہا ہے، یہ اختلاف کوئی حلال و حرام یا سنت و بدعت کے مابین نہیں، بلکہ محض راجح و غیر راجح اور افضل و غیر افضل کے درمیان ہے، اس لیے جو موقف کسی کے نزدیک راجح و افضل ہو وہ اس کو اختیار کر سکتا ہے، اور قرآن و سنت اور تعامل صحابہ کی روشنی میں اپنے موقف کے راجح ہونے کے دلائل پیش کر سکتا ہے، لیکن ایک فریق کا اپنے مسلک و موقف کو قطعی سمجھنا اور دوسرے فریق کے مسلک و موقف کو قطعی باطل و بدعت شمار کرنا ہرگز درست نہیں، کیونکہ اس سے ان اہل علم حضرات کی تنقیص لازم آتی ہے جن کی آراء کو دوسرا فریق ترجیح دے رہا ہے، یہ رویہ عقلی طور پر بھی درست نہیں ہے۔

فقہاء امت کا مسائل میں اختلاف اللہ کی طرف سے اس امت کے لیے ایک عظیم نعمت سے کم نہیں، اکثر ناواقف یا کم علم لوگ اس بات کو سمجھتے نہیں، جیسا کہ یہی بات امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے بھی کہی ہے:

اعلم ان اختلاف المذاهب في هذه الملة نعمة كبيرة، وفضيلة عظيمة، وله سر لطيف، ادركه العالمون، وعسى عنه الجاهلون، حتى سمعت بعض الجهال يقول النبي صلى الله عليه وسلم جاء بشرع واحد، فمن اين المذاهب اربعة؟⁹

جان لو کہ بے شک اس ملت میں مذاہب کا اختلاف ایک بڑی نعمت اور عظیم فضیلت ہے اور اس اختلاف میں ایک لطیف راز ہے جس کو علماء سمجھتے ہیں، اور ناواقف لوگ راز کے سمجھنے سے قاصر ہیں، وہ ناواقف لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شریعت لے کر آئے تو پھر یہ چار مذاہب کہاں سے آگئے؟

ڈاکٹر خالد محمود "عبقات" میں رقمطراز ہیں:

فقہی مذاہب ابتداء میں سات تھے، اور پوری دنیا میں امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام شافعی، امام اسحاق اور امام احمد کے مقلدین کے مکاتب فکر تھے، مور زمانہ سے یہ سات مذاہب چار میں منحصر ہو گئے، بایں ہمہ ان چار مذاہب میں کبھی حق و باطل کے فاصلے قائم نہ ہوئے، نہ ان کی علیحدہ علیحدہ مسجدیں

Al-Azva

بنیں، اختلافِ قراءت اور اختلافِ مذاہب سے قرآن و سنت کی شاہراہ کبھی مجروح نہ ہوئی، اور امت اپنے اصولی مسائل میں ایک ہی رہی۔¹⁰

عقبات میں مولف رقمطراز ہیں:۔۔۔۔۔ ہندوستان میں محدثین دہلی کا گھرانہ احناف کا علمی گھرانہ سمجھا جاتا تھا، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (1176ھ م) کے بیٹے حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (1230ھ م) نے وہ دور دیکھا جب انگریز ہندوستان پر قابض ہوئے اور انہوں نے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کے لیے اس نئی فکر کو راہ دی کہ مسلمانوں کو فروعات میں بھی ایک رستے پر لایا جائے، ظاہر ہے کہ اسی کوشش سے کئی صحابہ و اکابر تابعین سے بدظنی بڑھے گی اور مذاہب اربعہ جو امت میں وسعتِ عمل کی راہ سے اپنی اپنی جگہ مقبول عام تھے ان سب کے خلاف بلکہ اسلام کی پہلی تیرہ صدیوں کے خلاف ایک فکری جنگ شروع ہو جائے گی، حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے ایمانیات اور فروعات کے لیے ہندوستان کے مسلمانوں کے سامنے ایک میزان رکھی:

"جو باتیں یقین لانے کی ہیں (اصول دین) ان میں فرق نہ چاہیے اور جو کرنے کی ہیں (فروع دین) ان کے طریقے کئی ہوں تو برا نہیں۔"

پہلی بات میں آپ نے اشارہ کر دیا کہ اگر کسی وقت میں کوئی گروہ ختم نبوت میں اختلاف کو قابل قبول بنانا چاہے تو اس کے لیے وسعت پیدا نہ کی جائے، ختم نبوت اصول دین میں سے ہے اور اصول دین میں فرق روا نہیں رکھا جاسکتا اور دوسری بات میں اشارہ دیا کہ اگر اہل حدیث (باصطلاح جدید) فروعی مسائل میں بھی کوئی اختلاف گوارا نہ کریں اور مسلمانوں کو صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین سے بدگمان کرنے کے لیے ایک فکری جنگ شروع کر دی جائے تو یقیناً مسلمانوں کی فرقہ بندی میں اضافہ ہوگا، یہ وہ راہ حق تھی جس سے مسلمانوں کو اپنے علمی ماضی سے جدا کیا جاسکتا تھا۔¹¹

حضرت شاہ صاحب نے ہندوستان میں یہ اعلان کیا تو شیخ عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ نے عرب میں یہ اعلان کیا کہ فروعی مسائل میں اختلاف امت رحمت ہے نعمت نہیں، حضرت شیخ لکھتے ہیں:

ان الرجل افترى على امورا لم اقلها ولم يات اكثرها على بالي فمنها انى مبطل كتب المذاهب الاربعة۔۔۔ وانى اقول ان اختلاف العلماء نعمة وانى اكفر من توسل بالصالحين۔¹²

Al-Azva

"اس شخص نے مجھ پر افتراء باندھا ان باتوں میں جو میں نے نہیں کہیں اور ان میں سے بیشتر کی مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں آتی، ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں مذاہب اربعہ کو خلاف حق سمجھتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ علماء کا اختلاف ایک مصیبت ہے اور میں صالحین امت سے توسل کرنے والوں کو کافر کہتا ہوں۔"

دین اسلام میں وسعتِ عمل

اسلام میں وسعتِ عمل صرف انہی حدود میں روار کھی جائے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اکابر تابعین اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ میں اختلافی صورت میں سامنے آئے، ان کے بعد کی کوئی وسعت اسلام میں گوارا نہ کی جائے، پہلی تین صدیوں کے بعد کی نئی صورتِ عمل بدعت ہوگی، وسعت نہ ہوگی۔

قطر کے شیخ ابن حجر لکھتے ہیں:

"ہمیں انہی امور کا دائرہ وسیع سمجھنا چاہیے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام، چار اماموں

اور ابتدائی تین صدیوں کے لوگوں نے وسیع قرار دیا ہے۔"¹³

پھر مزید لکھتے ہیں:

"یہ جاننا ضروری ہے کہ مختلف فقہی مذاہب کے اماموں کا اختلاف لوگوں کے لیے باعثِ رحمت ہے، ان اماموں کی دلیلیں واضح ہیں، رات میں پڑھی جانے والی نقلی نمازیں کئی طریقہ سے مروی ہیں، یہ بات تہجد گزار لوگوں کی سہولت اور وسعت کے لیے شریعت میں واقع ہوئی ہے، کسی ایک امام کا ان مختلف طرق و کیفیات میں سے کسی خاص طریق "وتر" کا اختیار کرنا اس بنا پر ہے کہ اس کی نظر و اجتہاد میں وہی تعریف زیادہ راجح ہے۔"¹⁴

ائمہ اربعہ کا اختلاف صحابہ کرام کے اختلاف کی مانند

ائمہ اربعہ نے فروعی اختلافات خود قائم نہیں کئے بلکہ صحابہ کرام سے وراثت میں پائے، مولانا محمد ابراہیم میر

لکھتے ہیں:

"صحابہ اور تابعین کے اختلاف میں الحاد بے دینی کجروی اور بد اعتقادی، اتباع ہوئی، اور بد مذہبی نہ تھی اور

اگر حدیث "اختلاف امتی رحمۃ" کا اعتبار کیا جائے تو اس کی بس یہی صورت ہے جو صحابہ و تابعین میں

تھی، اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف بھی اسی پر مبنی ہے۔"¹⁵

حافظ عبداللہ روپڑی بھی لکھتے ہیں:

"ائمہ اربعہ کا اختلاف قریب قریب صحابہ رضی اللہ عنہم کے اختلاف کی طرح ہے۔" ¹⁶

علامہ خالد محمود لکھتے ہیں:

"مولانا ثناء اللہ صاحب شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے شاگرد اور مولانا نذیر حسین صاحب حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے شاگرد تھے، اس لیے ان حضرات سے ائمہ دین میں سے کبھی کسی کی گستاخی سننے میں نہیں آئی، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کے ساتھ مجھے ایک مدت رہنے کا اتفاق ہوا، بزرگوں کے احترام میں ماشاء اللہ اپنی مثال آپ تھے، اکثر فرمایا کرتے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ادب و احترام مجھے باطنی طور پر القاء کیا گیا ہے، غزنوی حضرات بھی ائمہ کی شان میں بہت مؤدب تھے۔" ¹⁷

اختلاف فقہاء اور دین اسلام کا توسع

اختلاف فقہاء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام میں بہت توسع ہے، دیگر مذاہب کی طرح بہت سے عملی مسائل میں تنگ دامانی کی بجائے عمل کے لیے بہت وسیع میدان ہے۔

مولانا زکریا فقہاء کرام کے اس اختلاف کو دینی توسع قرار دیتے ہوئے، علامہ شعرانی کی المیزان سے موید بھی کرتے ہیں، جس کا خلاصہ ذیل میں دیا گیا ہے، اس کے بعد علامہ شعرانی کی عبارت بھی نقل کی گئی ہے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کے حال پر غایت درجہ کرم اور شفقت تھی کہ ان معمولی فروعی مسائل کا ایسا انضباط نہیں فرمایا کہ جس کی وجہ سے امت کو تنگی پیش آئے بلکہ احکام دینیہ کو دو حصوں میں تقسیم فرمادیا، ایک وہ احکام ہیں کہ جن میں غور و خوض و بحث و مباحثہ غیر پسندیدہ قرار دیا، دوسرے وہ احکام ہیں جن میں اختلاف کو رحمت کا سبب قرار دیا، اور امت کی سہولت کے لیے ہر فعل کو خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو، باعث اجر و قرار دے دیا، --- دوسرے الفاظ میں شریعت نے احکام کو دو طریقوں پر منقسم کر دیا، ایک قطعی جن میں کرنے والوں کے فہم و سمجھ کو دخل نہیں رکھا، جو واضح الفاظ میں بیان فرمادیے اور ان میں توجیہ و تاویل کی بھی گنجائش نہیں رکھی، تاویل سے بھی انحراف کرنے والوں کو خاطر اور گمراہ قرار دیا، دوسرے وہ احکام جن میں شریعت نے تنگی نہیں فرمائی، بلکہ اس میں امت کے ضعف پر نظر فرماتے ہوئے امت کی سہولت کو مد نظر رکھا، اور اس میں توجیہ و تاویل کی وجہ سے عمل نہ کرنے والوں کو خاطر اور بددین سے تعبیر نہیں فرمایا۔ پہلی قسم کو اعتقادیات سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور دوسری قسم کو جزئیات، فرعیات، شریعات وغیرہ اسماء سے موسوم کیا جاتا ہے، اس دوسری قسم میں شریعت نے خود ہی تنگی

Al-Azva

نہیں فرمائی، اس لیے اس کو تفصیل کے ساتھ ارکان و واجبات وغیرہ خود شارع کی جانب سے ممیز و مفصل ہو جاتے تو یہ بھی نوع اول میں داخل ہو کر امت کے لیے سخت تنگی کا سبب ہو جاتا۔۔۔۔۔ آج ہر امام کے نزدیک مختلف فیہ مسائل ہیں، دوسرے کے مذہب پر شرعی ضرورت کی وجہ سے فتویٰ دینا جائز ہے، لیکن اگر یہ اختلاف نہ ہوتا تو کسی ضرورت سے بھی اجماعی اور متفق علیہ مسائل کو چھوڑنا جائز نہ ہوتا، غرض حقیقت میں اختلاف ائمہ شرعاً مطلوب ہے، جس میں ایک ہی فائدہ نہیں جو مذکور ہو، اس کے علاوہ بھی بہت سے فوائد پوشیدہ ہیں۔¹⁸

علامہ شعرانی اپنی کتاب المیزان میں تحریر فرماتے ہیں:

فانك اذا نظرت فيها بعين الانصاف، تحققت بصحة الاعتقاد ان سائر الائمة الاربعة ومقلديهم رضی اللہ عنہم اجمعین علی ہدی من ربہم فی ظاہر الامر وباطنہ، ولم تعترض قط علی من تمسک بمذہب من مذاہبہم، ولا علی من انتقل من مذہب الی منہالی مذہب، ولا علی من قلد من غیر امامہ منہم فی اوقات الضرورات، لاعتقادک یقیناً ان مذاہبہم کلہا داخلہ فی سیاج الشریعة المطہرة، وان الشریعة المطہرة شریعة سمحاء واسعة شاملة، قابلة لسائر اقوال ائمة الهدی من بذہ الامة المحمدية، وان کلا منہم، فیما بوعلیہ فی نفسہ علی بصیرة من امرہ وعلی صراط مستقیم، وان اختلافہم انما بورحمة بالامة، نشء عن تدبیر العلیم الحکیم، فعلم سبحانہ وتعالی ان مصلحة البدن والدين والدنيا عنده تعالی لهذا العبدالمومن فی کذا، فاوجده له لطفاً منه بعبادہ المومنین، اذ بهوالعالم بالاحوال قبل تکوینہا، فالمومن الکامل یومن ظاہراً وباطناً ان اللہ تعالی لو لم یعلم ازلا ان الاصلح عنده تعالی لعبادہ المومنین انقسامہم علی نحو هذه المذاهب لما وجدها لهم واقرمم علیہا بل کان یحملہم علی امر واحد لایجوز لهم العدول عنه الی غیرہ کما حرم الاختلاف فی اصل الدین بنحو قوله تعالی: شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ۔¹⁹ ، فافہم ذلك فانه نفيس، واحذر ان يشتبه عليك الحال فتجعل الاختلاف في الفروع كالاختلاف في الاصول، فتزل بك القدم في مهواة من التلف۔²⁰

"اگر تو انصاف کی نظر سے دیکھے تو یہ حقیقت واضح اور منکشف ہو جائے گی کہ ائمہ اربعہ اور ان کے مقلد سب کے سب طریق ہدایت پر ہیں، اور اس کے بعد کسی امام کے کسی مقلد ہر اعتراض کا خیال نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہ امر ذہن نشین ہو جائے گا کہ ائمہ اربعہ کے مسالک شریعت مطہرہ میں داخل

Al-Azva

ہیں، اور ان کے مختلف اقوال امت کے لیے رحمت ہو کر نازل ہوئے، حق تعالیٰ شانہ جو علیم و حکیم ہیں ان کی مصلحت اسی امر کو مقتضی تھی، حق سبحانہ تعالیٰ اگر اس کو پسند نہ فرماتے تو اس کو بھی اسی طرح حرام قرار دیتے جس طرح کہ اصل دین میں اختلاف کو ممنوع قرار دیا۔ عزیز من مبادا تجھ پر یہ امر مشتبہ ہو جائے کہ تو ائمہ کے فرعی اختلاف کو اصولی اختلاف کے مشابہ اور اس کے حکم میں سمجھنے لگے جس کی وجہ سے تیرا قدم میدان ہلاکت میں پڑ جائے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کے لیے اختلاف فرعی کو رحمت قرار دیا ہے، "اس (اللہ تعالیٰ) نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح (علیہ السلام) کو دیا تھا، اور جسے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے، اور جس کی ہدایت ہم ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کو دے چکے ہیں، اس تاکید کے ساتھ کہ اس دین کو قائم کرو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ" یہ بہت نفیس بات ہے اس کو خوب سمجھ لو، اور اس سے بچو کہ کہیں حقیقت تم پر مشتبہ نہ ہو جائے کہ تم فروعی اختلاف کو اصولی اختلاف بنا لو، پھر تمہارے قدم ہلاکت کی طرف جا پڑیں گے۔

ائمہ کے تمام اقوال حقیقت میں علوم نبوت سے ہی ماخوذ ہیں، البتہ ائمہ کے اقوال میں محض اتنا اختلاف ہے کہ کسی حکم شرعی کے متعلق ایک امام نے اصل حکم اور عزیمت کو اختیار کیا، دوسرے نے رخصت کو راجح سمجھا، جیسا کہ ایک مقام پر عبد الوہاب شعرانی رقمطراز ہیں:

فقد علمت یا اخی اننی لا اقول: بتخییر المكلف بین العمل بالرخصة والعزيمة مع القدرة علی فعل العزيمة المتعینة علیہ، معاذ اللہ ان اقول بذلك فانه كالتلاعب بالدين كما مرفی المیزان، انما تكون الرخصة للعاجز عن فعل العزيمة المذكورة قطعاً، لانه حينئذ تصير الرخصة المذكورة في حقه عزيمة.²¹

اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں ائمہ کے اقوال میں تخییر کا قائل ہوں کہ عزیمت پر عمل کرنے کی قدرت متعینہ کے باوجود جس شخص کا دل چاہے اصل عزیمت پر عمل کر لے اور جس کا دل چاہے رخصت کو اختیار کر لے جیسا کہ بعض طلباء کو میرے کلام سے دھوکہ ہو گیا، ایسی بات سے اللہ محفوظ رکھے، ایسا ہر گز نہیں، اس طرح تو یہ دین کو کھلوانا بنانا ہے جیسا کہ میزان میں ذکر کیا ہے، بلکہ

Al-Azva

رخصت تو اس شخص کے لیے ہوتی ہے جو مذکورہ عزیمت پر عمل سے قطعی طور پر عاجز آچکا ہو، اور اس وقت وہ رخصت اس شخص کے لیے عزیمت کے حکم میں ہی ہوتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی تطبیق کا اسلوب

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے حنفیہ اور شافعیہ کے مختلف فیہ مسائل میں بہترین انداز میں تطبیق کا اسلوب اختیار کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے، جیسا کہ رقمطراز ہیں:

ان الحق الموافق لعلوم الملاء الاعلیٰ الیوم کمذہب واحد یرضان علی الکتب المدونة فی حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفریقین، فما کان موافقا بہا یبقی ومالم یوجد له اصل یسقط والثابت منها بعد النقد، ان توافق بعضہ بعضا فذلک الذی یعض علیہ النواجذ وان یخالف تجعل المسئلة علی القولین ویصح الحمل علیہما، او یكون من قبیل اختلاف احرف القرآن، او علی الرخصة والعزيمة، او یكون طریقین للخروج من المضیق کتعدد الکفارات او یكون اخذا بالمباحین المستویین، لا یعدو الامر بذه الوجود ان شاء اللہ تعالیٰ۔²²

"ملاء اعلیٰ کے علوم کے موافق حق یہ ہے کہ دونوں مذاہب (حنفیہ، شافعیہ) کو ایک مذہب کی طرح کر دیا جائے اس طور پر کہ دونوں مذاہب کے فقہی مسائل کو ان ہی کی تدوین کردہ کتب حدیث پر پیش کیا جائے، جو مسئلہ حدیث کے موافق ہو اسے باقی رکھا جائے اور جو حدیث کے مخالف ہو اسے ساقط کر دیا جائے، اور جس مسئلہ میں اختلاف ہو اسے مسئلہ علی القولین قرار دیا جائے، اور دونوں پر عمل صحیح قرار پائے، یا ہر دو قول کو اس طرح سمجھا جائے جیسے قرآن میں بعض الفاظ کی قراءت دو قول ہیں یا ایک قول کو رخصت اور دوسرے قول کو عزیمت پر محمول کیا جائے یا یہ سمجھا جائے کہ کفارہ کے طریقوں کی طرح ایک عمل کی ادائیگی کے دو طریقے یا دونوں کو برابر درجہ کا مباح سمجھا جائے اور کوئی بھی مسئلہ ان مذکورہ بالا وجوہات سے ان شاء اللہ تعالیٰ باہر نہیں ہوگا۔"

اسی طرح فقہی اور اجتہادی فروعی مسائل کے مابین تطبیق کے بارے تحریر کرتے ہیں:

ونحن ناخذ من الفروع ما اتفق علیہ العلماء ولا سیماماتان الفرقتان العظیمتان: الحنفیة والشافعیة و خصوصا فی الطہارة والصلوة، فان لم یتیسرا لاتفاق واختلفوا فناخذ بما یشہد له ظاہر الحدیث ومعروفہ ونحن لانزدری احدا من العلماء فالکل طالبوا الحق ولانعقد العصمة فی احد غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔²³

Al-Azva

"ہم فروعات میں اسے اختیار کرتے ہیں جس پر علماء بالخصوص دو بڑے گروہ: حنفیہ اور شافعیہ کا اتفاق ہو، خاص طور پر طہارت و نماز میں، اگر اتفاق میسر نہ آئے تو ہم اسے اختیار کرتے ہیں جس کے حق میں ظاہر و معروف حدیث ہو ہم کسی بھی عالم کی تحقیر نہیں کرتے، سب کے سب حق کے طالب ہیں اور ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے معصوم ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے۔"

فروعی اختلافات کی ترجیحی بنیاد

فروعی اختلافات عام طور پر افضلیت و غیر افضلیت میں ہوتا ہے، جیسا کہ مولانا مناظر احسن گیلانی امام ابو بکر جصاص کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

خبر احاد ہونا ان کا، یہی دلیل اس بات کی ہے کہ: واما مالیس بفرض فہم مخیرون فی ان یفعلوا ما شاوا منه وانما الخلاف بین الفقہاء فیہ فی الافضل منہ۔²⁴ "مسلمانوں کو ان امور کے متعلق اختیار ہے کہ جو چاہیں کریں (یعنی ترک و فعل کا اختیار ہے) فقہاء میں ان کے متعلق اختلاف جو کچھ ہے وہ افضلیت میں ہے یعنی کرنا افضل ہے یا نہ کرنا۔"²⁵

مولانا مناظر احسن گیلانی ان روایات کے بارے میں کہ جن میں فقہاء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، امام ابو بکر جصاص کے حوالہ سے ان کا محمل ذکر کرتے ہیں:

انما الخلاف بین الفقہاء فی الافضل منہا۔ "فقہاء کا اختلاف ان امور میں صرف اس حد تک ہے کہ افضل اور بہتر کیا ہے۔" علامہ نے اس کے بعد لکھا ہے: فلذلک جاز ورود بعض الاخبار فیہ من طریق الاحاد۔ "ان امور کی اسی خصوصیت ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ بعض خبروں کا بطریق احاد وارد ہونا جائز ہوا۔" کیونکہ بالفاظ جصاص: لیس علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم توقیفہم علی الافضل مما خیرہم فیہ۔ "جن چیزوں میں مسلمانوں کو اس قسم کا اختیار دیا گیا ہو، ان میں افضل اور بہتر کیا ہے؟" ان سے الکافۃ (یعنی عامۃ الناس) کو مطلع کرنا پیغمبر کے لیے ضروری نہیں ہے۔"²⁶

حاصل یہ ہوا کہ وہ اختلاف فقہاء محض افضلیت و راجحیت کا معاملہ ہے۔

تفرق و افتراق مذموم شرعی

"تفرق اور افتراق یعنی مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا، یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ شریعت نے اس کی مذمت کی ہے۔ خنزیر کا گوشت جتنا حرام ہے، مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا اس سے بڑا جرم ہے۔ خالص انگور کی شراب پینا جتنا بڑا گناہ ہے، مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا اس سے بڑا گناہ ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ بعض انتہائی مجبور کن حالات میں شریعت نے ایک

Al-Azva

حد تک خنزیر کا گوشت کھانے اور شراب پینے کی اجازت دی دے (مثلاً ایک شخص کی بھوک یا پیاس کی وجہ سے جان جا رہی ہے اور کوئی حلال چیز میسر نہیں تو اتنا خنزیر کا گوشت کھا لینا یا اتنی شراب پی لینا کہ جس سے جان بچ جائے، اس کی اجازت دے دی) لیکن مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی اجازت کسی حالت میں نہیں دی۔ جتنا ہم نے قرآن و سنت میں غور کیا اور جتنا ہمارے بزرگوں نے ہمیں سکھایا، ہمیں یہی نظر آیا کہ "تفرُّق" اور "افتراق" یعنی فرقہ بندی کے جواز کی کوئی صورت جائز نہیں۔²⁷

افتراق کی قرآن و سنت نے مذمت کی ہے، ایک طبقہ اس کو بنیاد بنا کر مذہبی فروغی اختلاف کو مذموم ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس کے پیش نظر کوئی بھی محرکات ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔²⁸

"اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جن کے پاس واضح دلائل پہنچ جانے کے بعد انہوں نے تفرقہ ڈالا

اور اختلاف کیا، اور ان لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔"

خواہ لوگوں کو دین پر عمل پیرا ہونے سے برگزشتہ کرنا یا اپنا علمی تفوق دوسروں پر طاری کرنا وغیرہ۔

اختلاف رائے فطری امر

اتحاد امت اور اختلاف رائے ایک فطری چیز ہے، اور فکر و نظر میں اختلاف کے باوجود اتحاد امت ایک مومن کی زندگی کا نصب العین ہونا چاہیے، اور فریق ثانی کی رائے کا احترام بھی مد نظر رہنا چاہیے، مولانا خالد سیف اللہ رقمطراز ہیں:

"ہمارا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ ہم دین کے مفاد کو مسلک کے مفاد پر مقدم رکھیں، اختلافی مسائل میں ہم جس رائے کو درست سمجھتے ہیں اس پر قائم رہیں، لیکن دوسری آراء کے بارے میں مناظرانہ رنگ اختیار کرنے کی بجائے ہمارا لب و لہجہ نرم ہو، نصیح و خیر خواہی کا ہو، اعتدال و انصاف پر مبنی ہو، بے احترامی و بے توقیری نہ ہو، اور کسی کی نیت پر حملہ نہ ہو، جیسے ہم یہ اپنا حق سمجھتے ہیں کہ جو نقطہ نظر ہمارے خیال میں بہتر ہے ہمیں اس پر عمل کرنے کا حق ہے یا ہم جس شخصیت کی رائے کو زیادہ قابل قبول سمجھتے ہیں، ان کی رائے پر عمل کریں، اسی طرح دوسرے کی آراء کی اہمیت کو بھی تسلیم کیا جائے، اور ان کو بھی اس کا حق دیا جائے، اس طرح ہم اختلاف کی شدت کو کم کر سکتے ہیں اور اسلامی اخوت کے جذبے کو پروان چڑھا سکتے ہیں۔"²⁹

فقہاء کرام کا الفت و احترام کا رویہ

Al-Azva

امت مسلمہ کے اہل علم کا یہ رویہ رہا ہے کہ وہ باوجود علمی اختلاف کے آپس میں بہت فراخ دلی اور وسعت نظری اور وسعت قلبی کا مظہر تھے، ائمہ اربعہ اور ان کے معاصرین کو دیکھا جائے تو یہ امر بالکل واضح معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ امام شافعی کے حالات میں امام شعرانی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ جب امام شافعی بغداد تشریف لے گئے، تو جب امام ابوحنیفہ کی قبر کے پاس جانا ہوا، تو صاحب قبر کے احترام میں اپنی رائے کے برخلاف نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھی، کیونکہ صاحب قبر (امام ابوحنیفہ) فجر کی نماز میں قنوت کے قائل نہیں ہیں³⁰۔ اسی طرح امام شافعی امام محمد سے استفادہ کرتے رہے³¹۔

اس سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ان ائمہ کا علمی و عملی مقام و مرتبہ کتنا بلند تھا، اس کے باوجود ان میں کس قدر وسعت قلبی اور فراخ دلی تھی، آپ میں کس قدر محبت و الفت کے جذبات تھے۔

عصر حاضر کے چند اہم مختلف مسالک کے اہل علم میں باہمی الفت و محبت

علماء دیوبند اور علماء بریلی میں باہمی شکر گزاری کا رویہ تاریخ کا ایک حصہ رہا ہے، دونوں مکتبہ فکر کے اہل علم سنجیدہ لوگ ایک دوسرے کی عزت و احترام ملحوظ رکھتے تھے، جیسا کہ "نذکار بگویہ" میں ایک واقعہ مذکور ہے:

ایک مرتبہ 31 اکتوبر 1926ء میں خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی اجیر شریف تشریف لے جاتے ہوئے دارالعلوم دیوبند تشریف آوری ہوتی ہے، وہاں دارالعلوم میں ان کا خیر مقدم کیا گیا، اور ان کے اعزاز میں ایک جلسہ استقبال کا اہتمام کیا گیا، جس میں خواجہ ضیاء الدین کی طرف سے مولانا ظہور احمد بگوی نے خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی طرف سے شکر یہ ادا کیا اور فرمایا: "ہم بھی اپنی جگہ حنفی ہیں لیکن اصلی حنفیت ہم نے یہاں آکر دیکھی ہے"³²۔

اسی طرح ایک اہم واقعہ ہے کہ مولانا خواجہ قمر الدین سیالوی مولانا محمد قاسم نانوتوی کے حوالے سے ذکر فرماتے ہیں:

"میں نے تحذیر الناس³³ کو دیکھا، میں مولانا محمد قاسم صاحب کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتا ہوں، مجھے فخر ہے کہ میری سند حدیث میں ان کا نام موجود ہے، خاتم النبیین کے معنی بیان کرتے ہوئے جہاں تک مولانا کا دماغ پہنچا ہے وہاں تک معترضین کی سمجھ نہیں گئی، قضیہ فرضیہ کو قضیہ واقعہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا۔ فقیر قمر الدین سیال شریف"³⁴۔

اسی طرح علماء دیوبند اور علماء اہل حدیث میں بھی دونوں مکتبہ فکر کے اہل علم سنجیدہ لوگ ایک دوسرے کی عزت و احترام ملحوظ رکھتے تھے، جیسا کہ مولانا محمد حسن رحمہ اللہ اور مولانا محمد داود غزنوی کا واقعہ منقول ہے کہ:

Al-Azva

جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی مولانا محمد حسن اور مولانا محمد داؤد غزنوی کے درمیان بہت اچھے مراسم تھے، ایک مرتبہ مولانا محمد حسن نے مولانا محمد داؤد غزنوی کو مسجد حسن، جامعہ اشرفیہ میں کسی نماز کے وقت مدعو کیا، مولانا حسن نے اپنے معتقدین کو تلقین کی کہ جب مولانا داؤد غزنوی اور ان کے معتقدین ورفقاء ساتھ آئیں تو نماز میں وہ چونکہ آئین بالجسر کے قائل ہیں اس لیے تم بھی آئین بلند آواز سے کہہ لینا، اور دوسری طرف مولانا داؤد غزنوی نے اپنے رفقاء کو اس کے برعکس تلقین کی، جب مہمان نماز کے وقت تشریف لائے، اور نماز میں آئین بالجسر کی ترتیب عجیب دیکھی تو حیران رہ گئے۔ یہ اہل علم کی آپس میں محبت واثار تھا، کہ جس کی وجہ سے باوجود مسلکی اختلاف کے آپس میں کس طرح شیر و شکر رہتے تھے۔³⁵

ترجیحات حفاظت دین

ہماری ترجیحات کیا ہونی چاہیں، امت مسلمہ کو کن باتوں کی ضرورت ہے، اور ہمارے رویے کیا ہیں؟ اس کی تعیین کیسے ہو کہ امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے ہماری ترجیحات کا تعیین کیسے ہو، کہ جس سے امت مسلمہ میں سے افتراق و انتشار کا خاتمہ ہو اور اتحاد امت کی فضا عام ہو، اس حوالے سے مفتی محمد شفیع صاحب نے مولانا انور شاہ کا شمیری کے حوالے سے ان کا ایک اقتباس نقل کیا ہے جس میں انہوں نے ہمارے معاشرے کی عکاسی کی ہے، کہ ہمارا عمومی رجحان ایک دوسرے پر اپنے قول و فعل کو ترجیح دینے پر رہتا ہے، دوسرے کو شکست دینے کی سعی لا حاصل جاری رہتی ہے، حالانکہ جن امور کی تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے ان پر کوشش ہونی چاہیے، جیسا کہ رقمطراز ہیں:

"کہ ہم نے (دیگر مسائل میں وقت ضائع کرتے ہیں، جن کے بارے آخرت میں کوئی سوال نہیں ہوگا بلکہ) جو تصحیح اسلام کی دعوت تھی، جو سب کے نزدیک مجمع علیہ اور وہ مسائل جو سب کے نزدیک متفقہ تھے اور دین کی اور دین کی جو ضروریات سبھی کے نزدیک اہم تھیں، جن کی دعوت انبیاء لے کر آئے تھے، جن کی دعوت کو عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا، وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی تھی، آج اس کی دعوت تو نہیں دی جا رہی، یہ ضروریات دین تو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو رہی ہیں، اور اپنے واعیاء سبھی دین کے چہرے کو مسخ کر رہے ہیں، اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگنا چاہیے تھا وہ پھیل رہے ہیں، مگر ابھی پھیل رہی ہے، الحاد آرہا ہے، شرک و بدعت پرستی چلی آرہی ہے، حلال و حرام کا امتیاز اٹھ رہا ہے، لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فرعی و فرعی بسجٹوں میں

Al-Azva

اسلام انسانیت کا دین ہے، احترام انسانیت کا درس دیتا ہے، انسانیت کے آداب سکھاتا ہے، یہ برادریاں اور قبیلے محض آپس کی پہچان کے لیے ہیں جبکہ افضلیت تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔ ہم مسلمان ہیں، اللہ کے فرمانبردار ہیں، ہمارا رب، رسول، دین، اور کعبہ سب ایک ہیں، اس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ ہم ایک امت ہیں، یہ وہ چیزیں ہیں کہ جو بحیثیت امت ہونے کے یکساں ہوتی ہیں، یہ وہ اصول ہیں، جن میں کوئی اختلاف نہیں جس پر ساری امت مسلمہ متفق ہے، جہاں تک فروعی اختلافات کا تعلق ہے، وہ صحابہ کرام و تابعین عظام کے دور سے موجود ہے، اور وہ اختلاف کوئی حلال و حرام یا جائز و ناجائز کا نہیں بلکہ محض افضلیت و غیر افضلیت کا ہے، جس مجتہد کے نزدیک جو قول اس کے علم کی روشنی میں راجح معلوم ہو اس نے اسی کو ترجیح دی، لیکن دوسرے قول کو باطل قرار نہیں دیا، بلکہ اگر بحث کی ضرورت پیش آئی تو انتہائی ادب و احترام سے اور علمی متانت کے ساتھ اس پر کلام کیا، ہم بھی ان فروعی اختلافات کو اپنی ذاتیات کا مسئلہ بنا کر آپس میں نبرد آزما ہونے کی بجائے علمی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ ان کو بہتر طریقہ سے اپنی زندگی میں لائیں، جس سے امت مسلمہ میں تفرقہ بندی کی بنیاد پر پیدا ہونے والا تشدد اور تعصب اور فساد ختم ہو جائے، حاصل یہ کہ اگر ہم اختلاف فقہاء کو امت مسلمہ کی عملی ضرورت کی روشنی میں دیکھیں تو اچھی اور مثبت فکر پیدا ہوگی، جس سے معاشرہ میں مثبت اثرات فروغ پائیں گے، اور اختلاف فقہاء کو بنیاد بنا کر امت میں تفرقہ کی فضا پیدا نہیں ہوگی۔

حواشی و حوالہ جات

- 1 الحجرات، 49:13-
Al-Hujurat, 49:13
- 2 المائدۃ، 3:3-
Al-Mā'idah, 3:3
- 3 الحج، 22:78-
Al-Hajj, 22:78
- 4 الشوری، 42-13
Al-Shūrā, 42:13
- 5 آل عمران، 3:103-
Āl-Imrān, 3:103
- 6 شفیع، محمد، مفتی، وحدت امت، طارق اکیڈمی، فیصل آباد، 2004ء۔ ص 57-
Shafī, Muḥammad, Muftī, Waḥdat Ummat, Tariq Academy, Faisalabad, 2004AD, pg. 57
- 7 ایضاً، ص 58-
Ibid, pg. 58

Al-Azḡvā

- 8 الذاریات 51:56-
- Al-Zāriyāt, 51:56
- 9 السیوطی، عبدالرحمن، جلال الدین (911م ھ)، جزیل المواہب فی اختلاف المذاهب، تحقیق: عبدالقیوم بن محمد شفیق البستوی، دارالاعتصام، ط 1404ھ، 25-
- 10 خالد محمود، علامہ، ڈاکٹر، عبقات، دارالمعارف، لاہور، 203/2-
- Al-Suyūṭī, Abdul Rehman, Jalāl al-Dīn (911H), Jazīl al-Mawāhib fī Ikhtilāf al-Madhāhib, Taḥqīq: Abdul Qayum ibn Muḥammad Shafī' al-Bastawī, Dār al-Iṭiṣām, 1404H, pg. 25
- 11 عبقات، 204/2-
- 'Ubqāt, 2/204
- 12 مولفات الشیخ، 64/11 بحوالہ عبقات 204/2-
- Mu'allafāt al-Shaykh, 11/64, Ba Ḥawāla 'Ubqāt, 2/204
- 13 تحزیر المسلمین عن الابتداع والبدع فی الدین، ص 56 بحوالہ عبقات 205/2-
- Taḥzīr al-Muslimīn 'An al-Ibtidā' wa al-Bad' fī al-Dīn, pg. 56 Ba Ḥawāla 'Ubqāt, 2/205
- 14 ایضاً-
- ibid
- 15 تاریخ اہل حدیث، ص 73 بحوالہ عبقات، 205/2-
- Tārīkh ahl al-Ḥadīth, pg. 73, Ba Ḥawāla 'Ubqāt, 2/205
- 16 فتاویٰ اہل حدیث، ص 72-
- Fatāwa ahl al-Ḥadīth
- 17 عبقات، 206/2-
- Ba Ḥawāla 'Ubqāt, 2/206
- 18 زکریا، محمد، مولانا، شیخ الحدیث، اختلاف الائمہ، مکتبۃ الشیخ، کراچی، ط-س-ن-ص 33-38-
- Zakriyya, Muḥammad, Mawlānā, Shaykh al-Ḥadīth, Ikhtilāf al-A'immaḥ, Maktabah al-Shaykh, Karachi, pg. 33-38
- 19 الشوری، 13/24-
- Al-Shūrā, 24:13
- 20 الشحرانی، عبدالوہاب، کتاب المیزان، تحقیق: الدكتور عبدالرحمن عمیرہ، عالم الکتب، بیروت، ط 1409ھ، 1989ء-
- 74/1-
- Al-Sha'rānī, Abdul Wahhāb, kitāb al-Mīzān, Taḥqīq: Dr. Abdul Rehman 'Umayrah, Ālim al-Kutub, Beirūt, 1409H, 1989AD, 1/74

Al-Azḡvā

- 21 ایضاً، 83/1۔
- Ibid, 1/83
- 22 شاہ ولی اللہ، التقسیمات الاسبیہ، مدینہ برقی پریس، بجنور، ڈھانیل، مجلس علمی، 1936ء۔ 202/2۔
- Shāh Walī-Ullah, al-Tafhīmāt al-Ahiyyah, Madinah Barqī Press Bijnor, Majlis ‘Ilmī, 1936AD, 2/202
- 23 ایضاً۔
- ibid
- 24 الجصاص، ابوبکر، احمد بن علی، احکام القرآن، تحقیق: محمد الصادق قمحوی، دار احیاء التراث العربی، موسسة التاريخ العربی، بیروت، لبنان، 1412ھ، 1992ء، 253/1۔
- Al-Jaṣṣāṣ, AbuBakr, Aḡmad ibn Ali, Aḡkām al-Qur’ān, Taḡḡiq: Muḡammad al-Ṣādiq Qamḡhāwī, Dar Iḡyā al-Turāth al-Arabi, Mu’assisah al-Tārīkh al-Arabi, Beirut, Lebnon, 1412H, 1992AD, 1/253
- 25 گیلانی، مناظر احسن، سید، مولانا، مقدمہ تدوین فقہ، شمع بک ایجنسی، لاہور، ط، س۔ ن۔ 101۔
- Gaylānī, Manāzir Aḡsan, Muqaddimah Tadwīn Fiqh, Shama’ Book agency, pg. 101
- 26 احکام القرآن للجصاص، 253۔ ملخص: گیلانی، مناظر احسن، سید، مولانا، مقدمہ تدوین فقہ۔ 98۔۔۔ 101۔
- Aḡkam al-Qur’ān li al-Jaṣṣāṣ, 253; Summary Muqaddimah Tadwīn Fiqh, 98-101
- 27 ایضاً، ص 25۔
- Ibid, pg. 25
- 28 آل عمران، 3-105۔
- Āl-‘Imrān, 3:105
- 29 رحمانی، سیف اللہ، مولانا، علماء و قائدین کے لیے اعتدال کی ضرورت، ص 23 بحوالہ جدید فقہی مباحث، از مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، دار الاشاعت، کراچی، 2017۔
- Reḡmānī, Sayf-Ullah, ‘Ulemā’ awr Qā’idīn kay liye I’tidāl ki Zarūrat, pg. 23 Ba ḡawāla Jadīd Fiqhī Mabāḡith, Mawlānā Mujāhid al-Islam Qāsmī, Dār al-Ishā’at, Karachi, 2017
- 30 الشعرانی، عبدالوہاب، کتاب المیزان، 215/1۔
- Al-Sha’rānī, Abdul Wahḡāb, Kitāb al-Mīzān, 1/215
- 31 عسقلانی، احمد بن علی، ابن حجر، توالی التاسیس لمعالی محمد بن ادریس الشافعی، درالکتب العلمیہ، بیروت، 1406۔ ص 76۔
- Asqalānī, Aḡmad ibn Ali ibn Hajar, Tawālī al-Ta’sīs li Ma’ālī Muḡammad ibn Idrīs al-Shāfa’i, Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, Beirut, 1406H, pg. 76
- 32 بلوی، انوار احمد، ڈاکٹر، صاحبزادہ، منڈکار بلوہ، ڈاکٹر صاحبزادہ انوار احمد، مجلس مرکزیہ حزب الانصار، بھیرہ، 2007ء، 430/1۔

Al-Az̧vā

Bagwī, Anwār Aḥmad, Tazkār Bagwiyyah, Dr. Ṣāhibzādah Anwār Aḥmad, Markaz Hizb al-Anṣār, Bhera, 2007AD, 1/430

33 یہ کتاب "تخذیر الناس" مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے ختم نبوت کے معنی و مفہوم کے بیان پر جامع کتاب تحریر فرمائی۔

34 رتوکالوی، کامل الدین، مولانا، "ڈھول کی آواز" ثنائی پریس، سرگودھا، ط۔س۔ن۔ ص 116-117۔

Ratukālwi, Kāmil al-Dīn, Dhol kī Āwāz, Thanā'i Press, Sargodha, pg. 116,117

35 انٹرویوز مفتی عبدالقدوس ترمذی، جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا۔

36 وحدت امت، مفتی محمد شفیع، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، 1997۔ ص 14-15۔

Waḥdat-e-Ummat, Mufī Muḥammad Shafī, Markaz Anjuman Khuddām al-Qur'ān, 1997AD, pg. 14,15